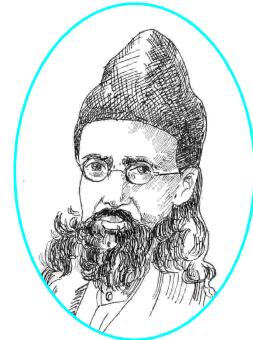


انشائیہ

لفظ انشا اردو میں کئی طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ انشائیہ بھی اسی لفظ سے بناتے ہیں۔ محققین کا خیال ہے کہ لفظ Essay عربی لفظ ”لسع“ سے نکلا ہے جو لفظ انشا کا بدل ہے۔ لسع فرانسیسی میں Essay اور انگریزی میں Essai ہے۔

ابتداء میں مضمون نگاری اور انشائیہ نگاری میں زیادہ فرق نہیں تھا، مگر رفتہ رفتہ ان میں فرق پیدا ہوتا گیا، یہاں تک کہ انشائیہ ایک علاحدہ صنف قرار پائی۔ انشائیہ نگار اپنے مخصوص ذاتی مشاہدات اور تاثرات کو بے باکی اور بے تکلفی سے بیان کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انشائیہ میں سنجیدہ اور غیر سنجیدہ موضوعات سے متعلق خیال کے تمام مرحلے خوش طبعی کے ساتھ طے کیے جاتے ہیں۔ یہ بات میں بات پیدا کرنے کا فن ہے۔ انشائیہ نگار مفہوم سے خالی گھنگو میں بھی معنی پیدا کر دیتا ہے لیکن کبھی کبھی اس کے بر عکس بھی ہوتا ہے۔ اختصار اس کی پہچان ہے۔ اس میں مزاح یا ٹھٹھوں کی جگہ ہلکی چھلکی زیر لب ہنسی پہاڑ ہوتی ہے۔ خیال آفرینی اس کی ایک اہم خصوصیت ہے۔

اردو میں انشائیے کی ابتداء سر سید احمد کے رسائلے ”تہذیب الاخلاق“ سے ہوتی ہے۔ مولوی نذری احمد اور ذکاء اللہ کے بعد ”اوڈھ پنچ“ اور ”مخزن“ نے اسے فروغ دیا۔ میرناصر علی، سجاد حیدر یلدزم، سلطان حیدر جوش، سجاد انصاری، نیاز فتح پوری، مہدی افادی، فرجت اللہ بیگ، قاضی عبدالغفار، پطرس بخاری، سید محفوظ علی بدایوی، خواجہ حسن نظامی، رشید احمد صدیقی اور مشتاق احمد یوسفی نے اس صنف کو مقبول بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔



خواجہ حسن نظامی

1878 تا 1955

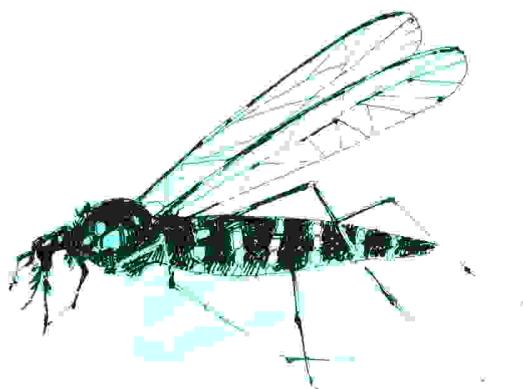
خواجہ حسن نظامی دہلی میں پیدا ہوئے۔ کم عمری میں ہی والد اور والدہ کا انتقال ہو گیا۔ بڑے بھائی نے پرورش کی۔ عربی و فارسی کی تعلیم دہلی ہی میں حاصل کی۔ کتابوں کے مطالعے اور مضمون نویسی کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ پہلے اخبارات میں چھوٹے چھوٹے مضامین لکھے۔ بعد میں تحریر و تصنیف ہی ان کا مشغله بن گیا۔ انہوں نے بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں۔ ان میں انشائیے، سفرنامے، روزنامے، قلمی چہرے اور نوحے سبھی کچھ شامل ہیں۔ کئی رسائل بھی نکالے جن میں ”منادی“، کوسب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔

خواجہ حسن نظامی ایک خاص طرز تحریر کے مالک ہیں۔ ان کی نثر میں ادبیت، علمیت اور روحانیت کی عجیب و غریب آمیزش نظر آتی ہے۔ ان کا دل کش اسلوب معمولی واقعات اور روزمرہ کی چیزوں کو بھی غیر معمولی بنادیتا ہے۔ بے تکلفی، سادگی اور لطیف نظر ان کی نثر کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ جن میں دہلی کا روزمرہ اور محاورہ مزید لطف پیدا کر دیتا ہے۔ مرقع نگاری اور منظر کشی میں بھی انھیں مہارت حاصل ہے۔ وہ اپنے چھوٹے چھوٹے جملوں میں بڑی بڑی باتیں کہہ جاتے تھے۔

ان کی تصانیف میں ”سی پارہ دل“، ”کانا باتی“، ”چکلیاں اور گلدیاں“، ”بہادر شاہ کا روزنامہ“، ”بیگمات کے آنسو“، ”غدر کے صحیح و شام“، ”آپ بیتی“ اور ”روزنامہ حسن نظامی“ خاص طور پر مشہور ہیں۔ زیر نظر انشائی ”چھر“ ان کے اسلوب تحریر کی نمائندگی کرتا ہے۔

مچھر

یہ بھنھنا تا ہوا تھا سا پرندہ آپ کو بہت ستاتا ہے۔ رات کی نیند حرام کر دی ہے۔ ہندو، مسلمان، عیسائی یہودی سب بالاتفاق اس سے ناراض ہیں۔ ہر روز اس کے مقابلے کے لیے مہمیں تیار ہوتی ہیں، جگ کے نقشے بنائے جاتے ہیں مگر مچھروں کے جزل کے سامنے کسی کی نہیں چلتی۔ شکست پر شکست ہوئی چلی جاتی ہے اور مچھروں کا لشکر بڑھا چلا آتا ہے۔



اتنے بڑے ڈیل ڈول کا انسان ذرا سے بھٹکنے پر قابو نہیں پاسکتا۔ طرح طرح کے مسائل بھی بتاتا ہے کہ ان کی بُو سے مچھر بھاگ جائیں۔ لیکن مچھرا پی یورش سے باز نہیں آتے۔ آتے ہیں اور نعرے لگاتے ہوئے آتے ہیں۔ بے چارا آدمزاد جیران رہ جاتا ہے اور کسی طرح ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

امیر، غریب، ادنی، اعلیٰ، بچے، بوڑھے، عورت، مرد، کوئی اس کے دار سے محفوظ نہیں۔ یہاں تک کہ آدمی کے پاس رہنے والے جانوروں کو بھی ان کے ہاتھ سے ایذا ہے۔ مچھر جانتا ہے کہ دشمن کے دوست بھی دشمن ہوتے ہیں۔ ان جانوروں نے میرے دشمن کی اطاعت کی ہے تو میں ان کو بھی مزا چکھاؤں گا۔

آدمیوں نے مچھروں کے خلاف ایجی ٹیشن کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ ہر شخص اپنی سمجھ اور عقل کے موافق مچھروں پر الزام رکھ کر لوگوں میں ان کے خلاف جوش پیدا کرنا چاہتا ہے مگر مچھر اس کی کچھ پرواہیں کرتا۔

طاون نے گڑ بڑ مچائی تو انسان نے کہا کہ طاعون مچھر اور پتو کے ذریعے سے بھیتا ہے۔ ان کو فنا کر دیا جائے تو یہ ہولناک وبا دور ہو جائے گی۔ ملیریا پھیلا تو اس کا انعام بھی مچھر پر عائد ہوا۔ اس سرے سے اس سرے تک کالے گورے آدمی غل چانے لگے کہ مچھروں کو مٹا دو، مچھروں کو کچل ڈالو، مچھروں کو تہس نہس کر دو اور ایسی تدبیریں نکالیں جن سے مچھروں کی نسل ہی منقطع ہو جائے۔

مچھر بھی یہ سب باتیں دیکھ رہا تھا اور سن رہا تھا اور رات کو ڈاکٹر صاحب کی میز پر رکھے ہوئے ”پائیر“ (Pioneer) کو آکر دیکھتا اور اپنی برائی کے حروف پر بیٹھ کر اس خون کی نغمی نغمی بوندیں ڈال جاتا جو انسان کے جسم سے یا خود ڈاکٹر صاحب کے جسم سے چوں کر لایا تھا۔ گویا اپنے فائدہ کی تحریر سے انسان کی ان تحریریوں پر شوخیانہ ریمارک لکھ جاتا کہ میاں تم میرا کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ انسان کہتا ہے کہ مچھر بڑا کم ذات ہے۔ کوڑے، کرکٹ، میل کچیل سے پیدا ہوتا اور گندی موریوں میں زندگی بسر کرتا ہے اور بزدلی تو دیکھو اس وقت حملہ کرتا ہے جب کہ ہم سوجاتے ہیں۔ سوتے پوار کرنا، بے خبر کے چ کے لگانا مرد اگلی نہیں ہے۔ صورت تو دیکھو کالا بھتنا، لمبے لمبے پاؤں، بے ڈول چہرہ، اس شان و شوکت کا وجود اور آدمی جیسے گورے پتھے، خوش وضع کی دشمنی؛ بے عقلی اور جہالت اسی کو کہتے ہیں۔

مچھر کی سفروں وہ آدمی کو کھری کھری سنتا ہے اور کہتا ہے کہ جناب ہمت ہے تو مقابلہ کیجیے۔ ذات صفات نہ دیکھیے۔ میں کالا سہی، بدر و نق سہی، مگر یہ تو کہیے کہ کس دلیری سے آپ کا مقابلہ کرتا ہوں اور کیوں کر آپ کی ناک میں دم کرتا ہوں۔

یہ انعام سراسر غلط ہے کہ بے خبری میں آتا ہوں اور سوتے میں ستاتا ہوں۔ یہ تو تم اپنی عادت کے موافق سراسرنا انصافی کرتے ہو۔ حضرت میں تو کان میں آ کر ”الٹی میٹم“ دے دیتا ہوں کہ ہوشیار ہو جاؤ اب حملہ ہوتا ہے۔ تم ہی غافل رہو تو میرا کیا قصور۔ زمانہ خود فیصلہ کر دے گا کہ میدان جنگ میں کالا بھتنا، لمبے لمبے پاؤں والا بیڈول فتح یاب ہوتا ہے یا گورا جٹا آن بان والا۔ میرے کارنا میوں کی شاید تم کو خبر نہیں کہ میں نے اس پر دہ دنیا پر کیا کیا جو ہر دکھائے ہیں۔ اپنے بھائی نمرود کا قصہ بھول گئے جو خدا کی دعویٰ کرتا تھا اور اپنے سامنے کسی کی حقیقت نہ سمجھتا تھا؟ کس نے اس کا غرور توڑا؟ کون اس پر غالب آیا؟ کس کے سبب اس کی خدائی خاک میں ملی؟ اگر آپ نہ جانتے ہوں تو اپنے ہی کسی بھائی سے دریافت کیجیے یا مجھ سے سینے کہ میرے ہی ایک بھائی مچھر نے اس سرکش کا خاتمه کیا تھا۔

اور تم تو نا حق گزرتے ہو اور خواہ اپنا دشمن افسوس کیے لیتے ہو۔ میں تمہارا مخالف نہیں ہوں۔ اگر تم کو یقین نہ آئے تو اپنے کسی شب بیدار صوفی بھائی سے دریافت کرلو، دیکھو وہ میری شان میں کیا کہے گا۔ کل ایک شاہ صاحب عالم ذوق میں اپنے ایک

مرید سے فرمائے تھے کہ میں چھر کی زندگی کو دل سے پسند کرتا ہوں۔ دن بھر بے چارہ خلوت خانہ میں رہتا ہے۔ رات کو، جو خدا کی یاد کا وقت ہے۔ باہر نکلتا ہے اور پھر تمام شب تسبیح و تقدیم کے ترانے گایا کرتا ہے۔ آدمی غفلت میں پڑے سوتے ہیں تو اس کو ان پر غصہ آتا ہے۔ چاہتا ہے کہ یہ بھی بیدار ہو کر اپنے مالک کے دیے ہوئے اس سہانے خاموش وقت کی قدر کرے اور حمد و شکر کے گیت گائے۔ اس لیے پہلے ان کے کان میں جا کر کہتا ہے اٹھومیاں اٹھو جاؤ گے کا وقت ہے۔ سونے کا اور ہمیشہ سونے کا وقت ابھی نہیں آیا۔ جب آئے گا تو بے فکر ہو کر سونا۔ اب تو ہوشیار ہے اور پچھہ کام کرنے کا موقع ہے مگر انسان اس سریلی نصیحت کی پروانیں کرتا اور سوتا رہتا ہے تو مجبور ہو کر غصہ میں آ جاتا ہے اور اس کے چہرے اور ہاتھ پاؤں پڑنک مارتا ہے۔ پرواہ رے انسان، آنکھیں بند کیے ہوئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور بے ہوشی میں بدن کو کھا کر پھر سو جاتا ہے اور جب دن کو بیدار ہوتا ہے تو بے چارے چھر کو صلوٰتیں سناتا ہے کہ رات بھر سونے نہیں دیا۔ کوئی اس دروغ گو سے پوچھئے کہ جناب عالیٰ کے سکنڈ جا گے تھے جو ساری رات جا گتے رہنے کا شکوہ ہو رہا ہے۔

شاہ صاحب کی زبان سے یہ عارفانہ کلمات سن کر میرے دل کو بھی تسلی ہوئی کہ غنیمت ہے ان آدمیوں میں بھی انصاف والے موجود ہیں بلکہ میں دل میں شرمایا کہ کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے کہ شاہ صاحب مصلے پر بیٹھے وظیفہ پڑھا کرتے ہیں اور میں ان کے پیروں کا خون پیا کرتا ہوں۔ یہ تو میری نسبت، ایسی اچھی اور نیک رائے دیں اور میں ان کو تکلیف دوں۔ اگرچہ دل نے یہ سمجھایا کہ تو کاشتا تھوڑی ہے، قدم چومنا ہے اور ان بزرگوں کے قدم چومنے ہی کے قابل ہوتے ہیں لیکن اصل یہ ہے کہ اس سے میری ندامت دور نہیں ہوئی اور اب تک میرے دل میں اس کا افسوس باقی ہے۔

سو..... اگر سب انسان ایسا طریقہ اختیار کر لیں جیسا کہ صوفی صاحب نے کیا تو یقین ہے کہ ہماری قوم انسان کو ستانے سے خود بخود باز آ جائے گی۔ ورنہ یاد رہے کہ میرا نام چھر ہے، لطف سے جینے نہ دوں گا۔

(خواجہ حسن نظامی)

مشق

لفظ و معنی

حملہ	:	بورش
آدم کی اولاد، انسان	:	آدم زاد
چھوٹا	:	ادنی
بڑا	:	اعلیٰ
حکم ماننا	:	اطاعت
مشہور انگریزی اخبار	:	پائیر(Pioneer)
زخم لگانا، نقصان پہنچانا	:	چرکا لگانا
بغادت، حکم نہ ماننا	:	سرکشی
راتوں کو جاگ کر عبادت کرنے والا	:	شب بیدار
دل و دماغ کی ایک خاص کیفیت	:	عالمِ ذوق
تنهائی کی جگہ	:	خلوت خانہ
اللہ کی پاکی بیان کرنا	:	تبیع
بزرگی، پاکی	:	قدس
چھوٹا	:	دردغ گو
شکایت	:	شکوہ
معرفت کی باتیں، خدار سیدہ بزرگوں کی باتیں	:	عارفانہ کلمات
شرمندگی	:	ندامت

غور کرنے کی بات

اس انشائیے میں چھر کے ذریعے انسان کوئی نصیحت آمیز باتوں کی طرف توجہ دلانی گئی ہے۔ اگر وہ نصیحتیں براہ راست کی جاتیں تو ان کی تاثیر ختم ہو جاتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بالواسطہ گفتگو اور لطیف طنز سے بیان کا لطف دو بالا ہو جاتا ہے۔

- اس سبق میں کئی محاورے استعمال ہوئے ہیں مثلاً: مزا جھانا، کھری کھری سنانا، غرور توڑنا، ناک میں دم کرنا، محاوروں کے استعمال سے تحریر میں بات چیت کا انداز پیدا ہو جاتا ہے۔
- اس سبق سے الفاظ کے مندرجہ ذیل جوڑوں کو دیکھیے:

کوڑا کرکٹ، میل کچیل، گوراچنا، تھس نہس، آن بان ان میں سے ہر جوڑے کا دوسرا لفظ، پہلے لفظ کے ہم معنی ہے اور اس کی تاکید کے لیے لا یا گیا ہے۔ ایسے تاکیدی الفاظ کو اصطلاح میں تابع موضوع کہتے ہیں۔ تابع کی دوسری قسم تابع مہمل کہلاتی ہے۔ اس میں جوڑے کا دوسرا تاکیدی لفظ مہمل یعنی بے معنی ہوتا ہے۔ مثلاً: چادر وادر، تکیہ و کیہ، بستر و ستر، وغیرہ۔

سوالات

- .1 مضمون نگارنے چھر کا جلیہ کن الفاظ میں بیان کیا ہے؟ لکھیے۔
- .2 اس سبق میں انسان کو کیا نصیحتیں کی گئی ہیں؟ اپنے الفاظ میں لکھیے۔
- .3 مصنف نے چھروں کے کس عمل کو شوخیانہ ریمارک قرار دیا ہے؟
- .4 ”چھر جانتا ہے کہ دمُن کے دوست بھی دمُن ہوتے ہیں“، اس جملے کے ذریعے مصنف ہمیں کیا بتانا چاہتا ہے؟

عملی کام

- اس سبق میں چھر اور انسان کے درمیان مکالمے کے کچھ اقتباسات اپنی کالپی میں نقل کیجیے۔
- اس مضمون میں جو محاورے آئے ہیں ان میں سے پانچ کا اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔
- خواجہ حسن نظامی کے ذریعے لکھے ہوئے انشائیوں کا مطالعہ کیجیے۔
- انشائیے میں آئے ہوئے انگریزی الفاظ لکھیے۔